عربی زبان کے حرف ثُمَّ کے معنی، مفہوم اور وسعت

لغت میں حرف ثُمَّ کے متعلق یہ ملتا ہے

''پھر، حرف عطف ہے، ماقبل سے بعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ کے یا وضع کے لحاظ سے۔ عام طور پر یہ اس مقام پر آتا ہے جہاں کوئی ترتیب بیان کرنا مقصود ہو جیسے ہم کہتے ہیں اس نے کھانا کھایا پھر پانی پیا۔
لیکن ضروری نہیں کہ ہر جگہ ترتیب کے معنی ہی میں استعمال ہو یہ واؤ (اور) کے معنی بھی استعمال ہوتا ہے''۔

قرآنِ مجید کے تراجم اور تفاسیر میں حرف ثُمَّ کا ترجمہ اور مفہوم اردو کے لفظ ''پھر'' اور انگریزی کے الفاظ "and or then" سے کیا جاتا ہے لیکن قرآنِ مجید اس پر گواہ ہے کہ اردو/انگریزی کے یہ الفاظ عربی کے حرف ثُمَّ کا احاطہ نہیں کرتے۔ حرف ثُمَّ واقعات اور بات کی کڑیوں کو اس وقت جوڑتا ہے جب بعد والے واقعہ کی نوعیت اور کیفیت قبل والے واقعہ سے مختلف ہو۔ حرف ثُمَّ واقعات کے لمحہ بہ لمحہ تسلسل کا اظہار نہیں کرتا بلکہ دو واقعات کے مابین وقت کے فاصلے، مدت کی نشاندہی کرتا ہے حرف ثُمَّ کے معانی اور مفہوم حرف ''ف'' اور حرف ''وَ'' سے مختلف، منفرد ہیں۔

قرآنِ مجید نے حرف ثُمَّ کے معنی اور مفہوم اسی آیت مبارکہ میں واضح کر دیئے ہیں جس میں یہ اول مرتبہ استعمال ہوا ہے۔
انسان سے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸ میں کہا

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِٱللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَٰتًا فَأَحْيَٰكُمْ

''اللہ کا انکار تم کیسے کر سکتے ہو جبکہ تم بے جان، مردہ شئے (matter) تھے پھر اس نے تمہیں زندگی بخشی''۔

آیت میں لفظ أَمْوَٰتًا کے معنی اور مفہوم اس ''موت'' کے نہیں ہیں جو زندگی کا خاتمہ کرتی ہے۔ زندگی سے پہلے موت نہیں ہوتی۔ بلکہ زندگی سے پہلے انسان کوئی قابل ذکر شئے نہیں ہوتا۔ أَمْوَٰتًا اور حیات کے درمیان حرف ''ف'' استعمال ہوا ہے جو واقعات کی کڑیوں، ترتیب کو جوڑتا ہے کہ یہ ہوا، پھر یہ ہوا، پھر یہ ہوا۔ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ ''جس نے مادہ (موت، Matter) اور حیات کو تخلیق کیا'' (حوالہ الملک ۔۲)۔ انسان کیلئے زندگی سے پہلے کیا موت کے کوئی معنی اور مفہوم ہو سکتا ہے؟ جواب نفی میں ہے کہ حیات کو موت ہے۔ دنیا میں حیات سے پہلے انسان کیا ہے؟ جواب ہے مادہ، matter۔ واضح فرمایا

ٱلَّذِىٓ أَحۡسَنَ كُلَّ شَىۡءٍ خَلَقَهُۥ‌ۖ وَبَدَأَ خَلۡقَ ٱلۡإِنسَـٰنِ مِن طِينٍ ﴿٧﴾

''جس نے تمام کی تمام اشیاء (مادہ) کو احسن انداز میں تخلیق کیا۔ اور انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی''۔ (السجدہ۔۳۲)

سورۃ الطّور کی آیت ۳۵ زندگی کی تخلیق سے قبل انسان کو ایک شئے کے طور پر ظاہر کرتی ہے۔ فرمایا أَمۡ خُلِقُواْ مِنۡ غَيۡرِ شَىۡءٍ ''یا کیا وہ شئے کے غیر میں سے تخلیق ہو گئے ہیں؟ أَمۡ هُمُ ٱلۡخَـٰلِقُونَ ٥ یا کیا وہ خود ہی تخلیق کرنے والے ہیں؟''۔ اس طرح واضح ہے کہ ٱلۡحَيَوٰةَ سے قبل ٱلۡمَوۡتَ کا مفہوم مادہ، **matter**، مادی شئے ہوگا کیونکہ انسان غَيۡرِ شَىۡءٍ سے تخلیق نہیں کیا گیا اور ٱلۡحَيَوٰةَ کے بعد اس کا مفہوم وہی ہوگا جو اس لفظ کے استعمال پر ہمارے تصور، خیال، ادراک میں ابھرتا ہے یعنی اس بات کا وقوع پذیر ہونا جس پر زندگی منتج ختم ہوتی ہے اور انسانی جسم کی حیثیت ایک مادی شئے سے بڑھ کر نہیں رہتی اور اس میں مادے، **matter** کی خصوصیات عود کر آتی ہیں۔ زندگی سے پہلے موت کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا۔ جب زندگی وجود پذیر، تخلیق نہیں ہوئی ہوتی تو اس سے پہلے کی حالت، یعنی مادے، شئے کی حقیقت، زندگی کے تقابل میں ''موت'' ہی کی ہے۔

حرف ثُـمَّ کے معنی اور مفہوم کا حرف ''ف'' اور ''وَ'' کے معنی اور مفہوم سے فرق اس نکتے سے واضح ہے کہ قرآنِ مجید میں جب بھی اس موت کا ذکر ہوا جو زندگی کا خاتمہ کرتی ہے تو زندگی اور موت کے درمیان ثُـمَّ استعمال ہوا ہے۔ کوئی قابل ذکر شئے نہ تھے فَأَحۡيَـٰكُمۡ پھر زندگی دی۔ زندگی وجود پذیر ہونے کے بعد جب اس زندگی کی موت کا تذکرہ ہوگا تو دونوں کے مابین ثُـمَّ آئے گا۔ ثُمَّ يُمِيتُكُمۡ ''بعد ازاں (زندگی کی مدت پوری ہونے پر) تمہیں موت دیں گے''۔ زندگی اور موت کے مابین حرف ثُمَّ وقت کے اس فاصلے کو ظاہر کرتا ہے جو زندگی کی مدت ہے۔ زندگی عطا کئے جانے اور انسان کی موت کے درمیان قَـضَـىٰٓ أَجَلًا ہے۔ ایک فرد کی پیدائش اور موت کے درمیان ایک مدت، اس کی ''اجل'' ہے (حوالہ الانعام۔۲)۔ فَأَحۡيَـٰكُمۡ کے بعد ثُمَّ يُمِيتُكُمۡ ہے۔ اور اس کے بعد ثُمَّ يُحۡيِيكُمۡ ''بعد ازاں متعین مدت پوری ہونے پر مقررہ وقت پر زندگی دیں گے''۔ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے مابین کی مدت وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُۥ‌ۖ ہے۔ یہ متعین مدت ہے جس کا اختتام معلوم وقت کے دن ہونا ہے جب تمام انسانوں نے ہلاکت کے بعد اٹھایا جانا ہے (حوالہ الانعام۔۲)۔

زندگی کو موت دینے اور موت کے بعد جب دوبارہ زندگی دی جائے گی تو ان دونوں کے درمیان ہمیشہ ثُمَّ استعمال ہوا ہے کہ

دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔لیکن ٱلۡمَوۡتَ اور أَمۡوَٰتٗا جب مادہ، matter کے معنی میں استعمال ہوگا تو چونکہ یہ ٱلۡحَيَوٰةَ ، زندگی، حَيِّ کی ضد نہیں ہے اوران کے مابین وقت کے فاصلے کا کوئی مفہوم نہیں اس لئے ان کے درمیان ثُمَّ استعمال نہیں ہوتا بلکہ حرف ''ف'' آتا ہے۔ ثُمَّ يُحۡيِيكُمۡ بعدازاں متعین مدت پوری ہونے پر مقررہ وقت پر زندگی دیں گے (آخرت کے دن اٹھایا جانا) ثُمَّ إِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ ''بعدازاں وقت گزرنے پر اپنی باری آنے پر مقررہ ساعت پر اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے''۔ دوبارہ زندگی پانا اور اللہ کی طرف لوٹایا جانا دونوں باتوں کی نوعیت الگ ہے اوران دو واقعات کے درمیان بھی وقت کا طویل فاصلہ ہے۔

بنی اسرائیل کو سورۃ البقرۃ کی آیت ۵۵ میں اس بات کی یاددہانی کرائی گئی ہے جب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ''اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہم اس وقت تک تیرے کہنے پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم اللہ کو خود سامنے نہ دیکھ لیں''۔انہیں آسمانی بجلی نے آن لیا تھا ثُمَّ بَعَثۡنَٰكُم مِّنۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ ﴿٥٦﴾

''بعدازاں، تمہاری موت کے بعد، تمہیں دوبارہ اٹھادیا تا کہ تم شکر گزار رہو'' (البقرۃ۔۵۶)۔

زندگی کو موت دینے کے بعد دوبارہ زندگی دینے والی بات میں تسلسل کو ظاہر کرنے کیلئے حرف 'ف' یا 'و' استعمال نہیں ہوا بلکہ ثُمَّ آیا ہے۔

فَقَالَ لَهُمُ ٱللَّهُ مُوتُواْ ثُمَّ أَحۡيَٰهُمۡۚ

(کیا آپ (ﷺ) نے ان لوگوں کے بارے میں غور نہیں کیا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے حالانکہ وہ ہزاروں تھے) تو اللہ نے انہیں کہہ دیا 'مرجاؤ' بعدازاں انہیں زندہ کر دیا'' (حوالہ البقرۃ۔۲۴۳)

یہاں بھی زندہ لوگوں کی موت کے بعد زندگی میں ثُمَّ آیا ہے۔

فَأَمَاتَهُ ٱللَّهُ مِاْئَةَ عَامٖ ثُمَّ بَعَثَهُۥۖ

''پھر اللہ نے اسے سو سال کیلئے موت دے دی، بعدازاں اسے اٹھادیا'' (حوالہ البقرۃ۔۲۵۹)۔

اس ایک مخصوص شخص کو سو سال کیلئے موت دے دی گئی ،اور جب بتایا کہ موت کو زندگی میں بدل دیا تو اس کیلئے حرف ثُمَّ ہی استعمال فرمایا۔

ثُمَّ إِنَّكُم بَعۡدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿١٥﴾

''بعدازاں اس زندگی کے تم مرجاؤ گے۔

ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ تُبْعَثُونَ ﴿١٦﴾

بعدازاں تم روز قیامت کو اٹھائے جاؤ گے'' (المومنون۔۱۶)۔

انسان کی پیدائش کے بعد موت، اور موت کے بعد یوم قیامت کو زندگی عطا کرنے کے متعلق بتاتے ہوئے دونوں مرتبہ ثُمَّ ہی استعمال ہوا ہے۔اسی طرح جب بھی انسان کی زندگی کے بعد موت اور موت کے بعد زندگی کی بات ہوئی ہے ان کے مابین ثُـــــمَّ ہی استعمال ہوا ہے (حوالہ الشعراء۸۱، الحج۔۶۶، الروم۔۴۰، الجاثیۃ ۔۲۶، عبس ۲۱۔۲۲)

موت وہ شئے ہے جو زندگی کی آزادانہ نقل وحرکت میں حائل ہوجاتی ہے۔اس چیز''موت'' کو راہ سے ہٹادیا جائے تو زندگی، حیات پھر سے رواں دواں ہوجائے گی۔یہ ٱلْبَعْثِ ہے۔اس لفظ کا مادہ ''ب ع ث'' ہے اور اس کے بنیادی معنی اس چیز کو راستہ سے ہٹادینا ہیں جو کسی کی آزادانہ نقل وحرکت میں حائل ہو، اس قسم کے موانع کو دور کردینا اور یوں اس کی حرکت کو جاری کردینا۔اور ٱلنَّوْمَ ، نیند کی حقیقت کیا ہے؟ بتایا وَٱلنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ ٱلنَّهَارَ نُشُورًا ''اور نیند کو آرام، سکون (آزادانہ نقل وحرکت میں حائل) بنایا اور دن اٹھنے کیلئے بنایا'' (الفرقان۔۴۷) سُبَاتًا کا مادہ ''س ب ت'' ہے اور اس کے اصلی معنی راحت وسکون کے ہیں۔ ''اور چونکہ راحت وسکون کا مطلب یہ ہے کہ انسان حرکت وعمل کو چھوڑ دیتا ہے اس لئے اس کے معنے ترک عمل اور قطع کرنے کے ہوگئے'' (تاج) اور نُشُورًا کا مادہ ''ن ش ر'' ہے اور ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی کسی چیز کو کھول دینے اور اس کے شاخ در شاخ ہوجانے کے ہیں۔سورۃ الانعام کی آیت ۶۰ میں بھی بتایا

وَهُوَ ٱلَّذِى يَتَوَفَّىٰكُم بِٱلَّيْلِ

''اور وہی تمہیں رات کو (نیند میں) الگ کرلیتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِٱلنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰٓ أَجَلٌ مُّسَمًّى

اور جانتا ہے جو کام تم دن کو کرتے ہو، ''ثُمَّ'' بعدازاں وہ تمہیں اس میں اٹھادیتا ہے تاکہ مقررہ مدت تک کا وقت پورا کیا جائے''۔

موت اور نیند میں مماثلت (دوسرے انسانوں سے الگ ہونے) کا اظہار اس نکتے سے بھی ہوتا ہے کہ موت کے بعد زندگی (یا دوبارہ اٹھانا ٱلْبَعْثِ) کے درمیان جیسے ثُمَّ استعمال ہوتا ہے ویسے ہی نیند کے بعد اٹھانے کیلئے ثُمَّ ہی استعمال ہوا ہے۔انسان نیند سے بیدار ہوکر زندگی کی مدت کو پورا کرنے کی طرف رواں دواں رہے گا۔موت اور نیند میں يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ کی کیفیت پیش آتی ہے

کہ انسان (کے جسم) سے ٱلۡأَنفُسَ کو علیحدہ کیا جاتا ہے۔ موت مانند نیند ہے۔ سورۃ الکھف میں چند نوجوانوں کا قصہ (واقعہ، کہانی نہیں) بیان ہوا ہے جو اپنی قوم کے شرک میں مبتلا ہونے سے نالاں تھے اور انہوں نے ہر قیمت پر اپنے ایمان کو برقرار رکھنے اور مشرکانہ روش اختیار نہ کرنے کا فیصلہ کر کے ایک غار میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا۔ یہ نوجوان اصحاب کہف تھے۔ غار میں پناہ لینے پر یہ ہوا

فَضَرَبۡنَا عَلَىٰٓ ءَاذَانِهِمۡ فِى ٱلۡكَهۡفِ سِنِينَ عَدَدًا ﴿١١﴾

''چنانچہ ہم نے ان کے کانوں کو غار میں گنتی کے کئی سالوں کیلئے تھپک (کر دنیا سے بے خبر کر) دیا'' (الکھف۔۱۱)

ثُمَّ بَعَثۡنَـٰهُمۡ لِنَعۡلَمَ أَىُّ ٱلۡحِزۡبَيۡنِ أَحۡصَىٰ لِمَا لَبِثُوٓاْ أَمَدًا ﴿١٢﴾

''(ثُمَّ) بعد ازاں انہیں اٹھا دیا کہ ظاہر کریں کہ دونوں گروہوں میں کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے'' (الکھف۔۱۲)۔

اصحاب کہف پر موت طاری نہیں کی گئی تھی بلکہ انہیں دنیا سے غافل کر دیا گیا تھا۔ وَتَحۡسَبُهُمۡ أَيۡقَاظًا وَهُمۡ رُقُودٌ ''اور دیکھنے پر کوئی انہیں جاگا ہوا خیال کرتا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے''۔ (حوالہ الکھف۔۱۶) بے خبر، گہری نیند (coma سے ملتی جلتی حالت) میں تھے جس کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ ''ہم ان کی کروٹیں بدلتے تھے'' جبکہ عام نیند میں کروٹیں بدلنے پر جسدِ انسان قدرت رکھتا ہے۔ نیند سے بیداری کو بیان کرنے کیلئے حرف ''و'' اور ''ف'' استعمال نہیں ہوا بلکہ ثُمَّ آیا ہے کیونکہ نینداور بیداری ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان کے مابین وقت کا فاصلہ، وقفہ ہوتا ہے، تسلسل نہیں۔

قرآنِ مجید میں حرف ثُمَّ شاید ۳۴۰ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ سوائے ان مقامات کے جہاں کسی بات کی دو مرتبہ تکرار کے درمیان استعمال ہوا (سورۃ الانفطار ۱۷، ۱۸، التکاثر ۳، ۴) دوسرے مقامات پر جہاں واقعات کے درمیان استعمال کیا گیا وہاں پہلے اور بعد میں بیان ہونے والے واقعہ کی نوعیت اور کیفیت جدا جدا ہے اور ان کے مابین وقت کا فاصلہ ہے، مختصر (قریب) یا طویل۔ حرف ثُمَّ کی انفرادیت کو مدِنظر نہ رکھا جائے تو کئی مقامات پر بیان کئے گئے واقعات کے پس منظر کو سمجھنے میں دِقت اور غلطی ہوتی ہے۔